© rasailojaraid.com

دار الافتاء

عزیز زبیدی

استفتاء

ضلع مظفر پارکر سے ایک طالب علم لکھتے ہیں:-

۱- ہمارے ایک مولوی صاحب برسی کی دعوت میں شریک ہوئے، وہاں سے کھانا کھایا، نیز کھانا اور مٹھائی قبر پہ لے گئے جہاں قرآن خوانی کی گئی، پھر وہ مٹھائی اور کھانا تقسیم کیا، میں نے کہا کہ یہ سنت کے خلاف ہے، بدعت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں، اگر ہو تو پیش کرو، پھر مجھے مدرسہ سے نکال دیا۔

کیا واقعی اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور یہ سب کچھ جائز ہے؟

۲- اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں ایسا کوئی مقام نہیں ہے جس کا جواب مقتدی کو دینا چاہیے، صحیح کیا ہے؟

الجواب:-

قبرستان ایک ایسے عبرت آموز شہر خاموشاں کا نام ہے۔ جہاں بے بسی برستی ہے اور زندگی نوحہ کناں نظر آتی ہے۔ وہاں کام و دہن کے چٹخاروں کا ہوش کہاں، اگر ابھی ان چٹخاروں کی گنجائش وہاں باقی ہے تو پھر وہ قبرستان کہاں؟ یہ قبرستان ہے، حلوائی کی دکان نہیں ہے کہ وہاں مٹھائیوں کا شوق چرائے۔ یہ مذبح خانہ ہے، نہ کوئی بت خانہ کہ وہاں بجھے ہوئے چہروں کے نذرانے پیش کیے جائیں۔

حیرت ہے کہ ان دوستوں کو قبرستان میں جا کر بھی کھانے اور لطف اندوز ہونے کا ہی ابھی ہوش رہتا ہے حالانکہ حضورؐ اگر اس میں قدم رکھ لیتے تو رو رو کر مٹی تر کر دیتے تھے۔

عن البراء قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فجلس علی شفیر القبر فبکی حتی بل الثری ثم قال یا اخوانی لمثل ھذا فاعدوا۔

(ابن ماجہ باب الحزن والبکاء ص ۳۱۹)

حضرت براء فرماتے ہیں ہم (ایک دن) جنازہ میں حضورؐ کے ہمراہ تھے تو ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے، پھر اتنا روئے کہ زمین کی مٹی بھیگ گئی۔ پھر فرمایا بھائیو! اس جیسے مقام کے لیے سامان کر لو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دفعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے، جب رات ہوئی تو حضورؐ مجھے سوتا چھوڑ کر کھسک گئے۔ میں آپ کے پیچھے ہو لی، دیکھا تو آپ (مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان) جنت البقیع میں جا پہنچے اور تین بار دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، پھر میں آپ سے پہلے گھر واپس پہنچ گئی۔ آپ کو اس کا پتہ چل گیا۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے آکر کہا کہ آپ ان کے لیے یعنی جنت البقیع کے مُردوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔

فامرنی ان آتی البقیع فاستغفر لھم (نسائی ص۲۸۶ باب الامر بالاستغفار للمؤمنین)

روایت میں آیا ہے کہ ان کے لیے دعا و استغفار کے لیے تین بار ہاتھ اٹھائے اور کافی دیر تک اس میں مصروف رہے (فالحال ص۲۸۶ نسائی)

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو حضورؐ! میں کیسے کیا کروں؟ فرمایا: یوں!

السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون (نسائی ص۲۸۶)

اس دیس کے رہنے والے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرے جو ہم میں سے پہلے چلے گئے یا پیچھے، ہم بھی انشاء اللہ تم سے آکر ملنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:۔

جب کبھی رات کو، رات کے پچھلے حصے میں جنت البقیع تشریف لے گئے ہیں تو یہ دعا پڑھی ہے:

السلام علیکم دار قوم مومنین انا وایاکم متواعدون غدا و مواکلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد (نسائی باب مذکور ص۲۸۶)

انہی سے یہ دعا بھی مروی ہے کہ: آپ جب کبھی کسی قبرستان تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون، انتم لنا فرط ونحن لکم تبع اسأل اللہ العافیۃ لنا ولکم (نسائی۔ ایضاً)

لے (اس) دیس کے مسلمان (باسیو) تم پر سلام، ہم بھی تم سے آکر ملنے والے ہیں، تم ہم سے پیش رو ہو، ہم تمہارے پیچھے پیچھے آنے کو ہیں۔ تمہارے لیے اور اپنے لیے اللہ سے عافیت اور سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضورؐ اپنی والدہ کی قبر پر پہنچے تو خود بھی روئے اور ساتھیوں کو بھی رُلایا۔

زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ۔

(رواہ مسلم ص ۳۱۴/۱)

مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کا بھی یہی حال تھا۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب کبھی کسی قبر پہ گزر ہوتا تو دیکھ کر اتنا روتے کہ اُن کی ڈاڑھی بھیگ جاتی۔ (مسند احمد ص ۶۳/۱)

الغرض اہل دل لوگ قبروں پر جا کر رو رو کر نڈھال ہوتے ہیں، وہ بیٹھ نہیں ہوتے کہ وہاں جا کر بھی کھانے پینے کا ہی شوق منائیں۔

اہل قبور آپ کی مٹھائیوں اور قرآن خوانی کے منتظر نہیں ہوتے، وہ تو آپ کی دُعاؤں کے محتاج ہوتے ہیں، جیسے ڈوبتا بندہ پکارتا ہے کہ کوئی جا کر اس کو تھام لے: یعنی ماں باپ، بھائی بند اور دوست احباب اس کے لیے تہ دل سے دُعا کریں۔

ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق۔

(شعب الایمان، البیہقی، مشکوٰۃ ص ۲۰۶، کتاب الاسماء فی الاستغفار)

مٹھائی تو کیا، فرمایا دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ اُن کو یہ دعائیں عزیز ہوتی ہیں:

فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیھا (شعب الایمان)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بھائیوں کی طرف سے اپنے مُردوں کے لیے استغفار سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں۔

وان ھدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم۔

(شعب الایمان - مشکوٰۃ ص ۲۰۶)

اولاد کی دعائیں اُن کے لیے بڑی کام کی اکسیر ہیں۔

یارب انّی لی ھذہ؟ یقول باستغفار ولدك لك (مشکوٰۃ، احمد)

قرآن و حدیث کے مجموعی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں جانے سے غرض:

۱۔ درسِ عبرت ہے۔ ۲۔ موت کی یاد ہے۔

۳۔ اہل ایمان کے لیے دُعاء استغفار ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ غیر مسلموں سے خطاب کر: کیا تم نے وہ سب کچھ دیکھ لیا، جس کو تم جھٹلاتے رہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) بھی یہی لکھتے ہیں:

مقصود شرع آن است کہ از موت میت عبرت گیرند و پند پذیرند و در تفکر آخرت مشغول شوند

و از غفلت ہشیار شوند (فتاوےٰ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جاتے تو صرف دعا اور استغفار کے لیے۔

عادت شریف آن بود کہ گذشتگاں را زیارت می کرد از برائے دعا و ترحم و استغفار۔

(مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق محدث دہلوی)

اس کے ماسوا ہمارے دوستوں نے جتنے اور جیسے کچھ نمونے ایجاد فرمائے ہیں، قرآن و حدیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اس سلسلے میں صحیح ضابطہ یہ ہے کہ:

جو امور حضور کے زمانے میں موجود تھے، اور رکاوٹ بھی کوئی نہیں تھی، لیکن آپ نے اُن کو اختیار نہیں فرمایا تو اب اگر ان کو دین بنانے کی کوشش کرے گا تو وہ شرعاً بدعت کہلائیں گے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں قبرستان موجود تھے، آپ کا ان پہ گزر بھی ہوتا تھا اور کبھی کبھار خود بھی تشریف لے جاتے تھے، بعض اہل قبور کے سلسلے میں آپ نے بے اطمینانی بھی محسوس فرمائی۔ لیکن اس کے باوجود، نہ وہاں قرآن خوانی کرائی، نہ کھانا، پھل اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کی۔ حالانکہ قبرستان بھی تھے۔ اور آپ کر بھی سکتے تھے، مگر یہ باتیں نہیں کیں، جو یہ دوست کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ اُن کی ضرورت نہیں تھی اور نہ اس میں اہل قبر کے لیے کوئی مفید بات تھی۔ ورنہ قطعاً آپ اُن سے اغماض نہ فرماتے۔

ہاں اگر کیا تو صرف یہ کیا کہ اُن کے لیے دعا فرمائی، استغفار کیا جیسا کہ جنت البقیع میں جا کر کیا کرتے تھے یا یہ فرمایا کہ قبروں کو جا کر دیکھا کرو، اس سے دُنیا کی ہوک گھٹتی ہے، آخرت اور موت یاد آتی ہے فانہا تزھد فی الدنیا و تذکر الآخرۃ (ابن ماجہ)

در اصل ارواح کے سلسلے کے یہ نذرانے، ایصال ثواب اور خیرات، عہد جاہلیت کے باقیات میں سے کچھ ترمیم شدہ شکلیں ہیں، کیونکہ بت پرستی ایک ایسی واضح ضلالت ہے کہ اب اس کے متداول طریقوں کو اپنانا آسان بات نہیں تھی، کیونکہ کلمہ پڑھ لیا تھا، مگر عہد جاہلیت کے ارواحوں کے چکر سے یہ لوگ نہ نکل سکے۔

اہل جاہلیت "ریام نامی ہیکل" کی بڑی تکریم کیا کرتے تھے اور اس پہ قربانیاں چڑھاتے تھے، دوسری صدی ہجری تک اس عمارت پہ قربانی کے خون کے نشانات باقی تھے (ملاحظہ ہو بائبل لفظ "ریام")۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذوالخلصہ ہیکل پر چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ (یاقوت، لفظ ذوالخلصہ) بُت خانوں کی آبادی اور مصارف کے لیے لوگ اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ ان کی نذر کیا کرتے تھے۔ ستارہ پرست قوموں کے متعلق آیا ہے کہ وہ بڑے بڑے اونچے اونچے ستون یا ہیکل بنائے جاتے تھے یا پہاڑوں پر بت خانے اور مذبح تیار ہوتے تھے۔ اپنی، بچوں کی اور مویشی کی صحت و سلامتی کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں۔ ہبل نامی بُت کے لیے اونٹ کی قربانی سب سے بہتر سمجھی جاتی تھی۔ لوبان اور دیگر بخورات اُن کے لیے جلائے جاتے تھے، اصحاب الحجر کے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان کا صحن اُن کے نزدیک حرم کا حکم رکھتا تھا، لات نامی بُت اس پر بھی چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ قربانیاں ہوتی تھیں، ان کی نذریں مانی جاتی تھیں، لوگ ان کی یاترا کو آتے تھے (ماخوذ از ارض القرآن)

لیے مردوں کی نجات اور بخشش کے لیے بھی اُن کے ہاں رواج پایا جاتا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ:

"عام عقیدہ یہ تھا کہ جو آدمی کفن دفن کے یہ رسوم، جن میں پوجا پاٹ، جادو، ٹوٹکا اور منتر وغیرہ شامل تھے، ادا کرے وہ اپنے متوفی رشتہ دار کے لیے نجات کا بندوبست کر دے گا۔"

(اسلام اور مذاہب عالم ص۹۶)

یہ مختصر سے نمونے ہیں، جن سے غرض یہ ہے کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ جو کچھ آج کل کر رہے ہیں، عہد جاہلیت میں بھی اُن کا رواج تھا، جن کی اصلاح کے لیے انبیاء کرام کو بڑی جدوجہد کرنا پڑی تھی، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کافر ہو کر ایسا کرتے تھے اور ہم کلمہ پڑھ کر سب کچھ کیے جا رہے ہیں۔

اب مسلمان صرف پوجا (یعنی سجدہ) نہیں کرتے، کیونکہ کلمہ پڑھنے کے بعد ایسا مشکل ہو گیا ہے، باقی جو کچھ اور جیسے کچھ اوہام پرستی اُن کے ہاں مروج تھی وہ سبھی کچھ ہمارے ہاں بھی رواج پا گئی ہے۔ کبھی ارواح دینے کے بہانے قبروں کو ام اٹھ دوڑتے ہیں، کبھی نذر و نیاز کے تصور سے اُن کے ہاں حاضری دیتے ہیں اور کبھی اُن کو سفارشی بنا کر اپنی بگڑی بنانے کے جتن کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (پ۲۴۔ زمر ع۴)

"کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔"؟

باقی رہی ارواح دینے کی باتیں، سو وہ دراصل "ارزاں نجات اور سستی بخشش" کے سودائیوں کے لیے ایک حیلہ تجویز کیا گیا ہے تاکہ ؎

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

کے بول پورے ہوں، عمر بھر حماقتوں میں مصروف رہے جب مر گئے تو ورثا دو چپڑی روٹیوں، حلوے مانڈے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی چار چلیٹوں، اور ایک دو چھتروں اور بکروں کی قربانیوں، ملاں کے معروف ختم کے دو دبڑوں اور چار قوالوں کے طبلوں کی تھاپ دے کر اس کے لیے "بہشت" خریدنے کے جتن کرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ کے بندو! خدا کہتا ہے کہ: دوسرے کے کرنے سے کچھ سے کچھ نہیں ہوتا تمہارے کام صرف وہ آئے گا جو خود کر کے لاؤ گے۔

لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (پ۲۷ - النجم ع ۳)

"آدمی کو صرف وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔"

فرمایا: جو کچھ اس نے کمایا ہے، وہ اس کو ضرور دکھایا جائے گا اور پھر اس کا پورا پورا بدلہ اس کو دیا جائے گا۔

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ (ایضاً)

"اور یہ کہ اس کو اس کی کمائی ضرور دکھائی جائے گی۔ پھر اس کو بدلہ ملتا ہے پورا بدلہ"۔

جب یہ بات لازمی ٹھہری تو پھر ان الٹوں تلوں کا کیا فائدہ جو آپ کرتے رہتے ہیں۔ ہاں قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ: مرنے والے کو ان امور سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے:

سب سے پہلے مرتے وقت ان کے خاتمہ کی فکر کی جائے کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہو، کیونکہ اگر خاتمہ ایمان پر نہ ہو تو پھر ان کے خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے، خاص کر ان لوگوں کا جن کی زندگی عموماً نفس و طاغوت کے تابع رہتی ہے۔ اس لیے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالم نزع میں ان کے سامنے کلمہ شریف کا ورد سورۃ یٰسین کی تلاوت اور:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

کا ورد زیادہ کیا جائے تاکہ ان کو اپنے ایمان کا ہوش رہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے۔

لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (مسلم) اِقْرَءُوا سُورَةَ يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ (ابو داؤد و ابن ماجہ) لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ (ابن ماجہ)

دُعا

دعائیں کی جائیں اور ان کی متعدد شکلیں ہیں:

۱۔ وقت اور تعداد کی قید کے بغیر "وقتاً فوقتاً" ان کے لیے دعائیں کی جائیں جیسا کہ قرآن حکیم نے اس کو بیان کیا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (پ ۲۸ - الحشر ع)

"اور ان کا بھی حق ہے، جو مہاجرین اولین کے بعد آئے، دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے اور ان بھائیوں کے گناہ معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایسا کر کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں کہ ان کی طرف سے ہمارے دلوں میں کسی طرح کا کینہ نہ آنے پائے اے ہمارے رب تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

ب۔ دوسرا یہ کہ جنازہ میں ان کے لیے بڑے الحاح وزاری سے دعائیں کی جائیں۔

اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء (ابوداؤد وابن ماجہ)

ج۔ متبع سنت لوگ کم از کم چالیس یا سو حضرات ان کی نماز جنازہ میں اس کے لیے دعا اور سفارش کریں۔

ما من رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته اربعون رجلا لا يشركون بالله الا شفعهم الله فيه (رواه مسلم)

وفی روایۃ ما من ميت تصلى عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الا شفعوا فيه (مسلم)

یہ چالیس یا سو تعداد ان بزرگوں کی جو شرک و بدعت سے محفوظ ہوں اس لیے بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگ بہر حال ایسے ویسے آدمی کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے۔ اس لیے جب یہ حضرات کسی آدمی کی سفارش کریں گے تو یقیناً ان کی وہ کمزوریاں ضرور معاف کر دی جائیں گی جو بشری کمزوریوں کا نتیجہ ہو سکتی ہیں بہر حال ایسے صلحا کا کسی میت پر جمع ہو جانا اس کی بڑی خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

دوم جب اس کو دفن کر لیا جائے تو اس کے لیے استغفار اور قبر میں ثابت قدم رہنے کی دعا کی جائے۔

فقال استغفروا لاخيكم وسلوا له التثبيت فانه الآن يسأل۔

(رواه ابوداؤد والحاكم والبيهقی)

اس کی متعدد شکلیں ہیں:

جب قبر میں اتارنے لگیں تو:

بِسْمِ اللهِ وَفِي سَبِيْلِ اللهِ۔

پڑھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال ابن المسیب حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعھا فی اللحد قال بسم اللہ و فی سبیل اللہ۔

جب قبر میں رکھ کر اُسے درست کرنے لگے تو:

اللّٰھمّ اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر پڑھے۔ جب اس پر مٹی ڈال کر فارغ ہو جائے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ پڑھے:

اللّٰھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منک رضوانا۔ پڑھے

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اسے حضور سے سُنا ہے (ابن ماجہ و بیہقی)

دفن کر کے قبر پر کھڑے ہو کر یہ تلقین کرے:

یا فلان بن فلان اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقرآن اماما (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وابن مندہ)

دفن کر کے قبر پر کھڑے ہو کر یہ کہے:

اللّٰھم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظھرہ اللّٰھم ثبت عند المسئلۃ منطقہ ولا تبتلہ فی قبرہ بما لا طاقۃ لہ بہ

(سعید بن منصور)

حضرت علی یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللّٰھم عبدک نزل بک وانت خیر منزول بہ خلف الدنیا خلف ظھرہ فاجعل ما قدم خیرا مما خلف فانک قلت: وما عند اللہ خیر للابرار

(اخرجہ البزار)

حضرت انس سے یہ مروی ہے:

اللّٰھم جاف الارض عن جنبیہ وافتح ابواب السماء لروحہ وابدلہ دارا خیرا من دارہ (ابن ابی شیبہ)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اللّٰھم عبدک رد الیک فارأف بہ وارحمہ اللّٰھم جاف الارض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن جنبیہ وا فتح ابواب السماء لروحہ وتقبلہ منک بقبول حسن اللھم ان کان محسناً فضاعف لہ فی احسانہ ..... وان کان مسیئاً فتجاوز عنہ

(ابن ابی شیبہ)

تسبیح اور تکبیر کثرت سے کہے۔

لما دفن سعد بن معاذ سبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسبح الناس معہ ثم کبر وکبر الناس (الطبرانی والبیہقی)

قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ (مفلحون تک) اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا آخیر حصہ (امن الرسول سے آخیر تک) پڑھی جائے۔ (طبرانی عن العلاء بن اللجلاج ماخوذ از شرح الصدور)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے:

اللھم اسلمہ الیک الاھل والمال والعشیرۃ وذنبہ عظیم فاغفر لہ،

عن ابی مدرک الاشجعی ان عمر اذا استوی علی المیت قبرہ قال (مصنف عبد الرزاق)

ابن ابی شیبہ میں ہے

اللھم اسلمہ الیک المال والاھل والعشیرۃ والذنب العظیم فاغفر لہ

(۳۳۸/۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے۔

اللھم عبدک وولد عبدک نزل بک الیوم وانت خیر منزول بہ اللھم وسع لہ فی مدخلہ واغفر لہ ذنبہ فانا لا نعلم منہ الا خیرا وانت اعلم بہ (عبد الرزاق وابن ابی شیبہ)

حضرت علاء بن المسیب اپنے والد سے یہ نقل فرماتے ہیں،

فی سبیل اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ملۃ ابراھیم حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔ اللھم ثبتہ بالقول الثابت فی الاخرۃ اللھم اجعلہ فی خیر مما کان فیہ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ (مصنف ابن ابی شیبۃ)

بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللھم اجرہ من عذاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

القبر ومن عذاب النار، ومن شر الشیطٰن۔

حضرت مجاہد اس کے لیے اس دعا کی سفارش کرتے تھے۔

بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم افسح لہ فی قبرہ ونور لہ قبرہ والحقہ بنبیہ وانت عنہ راض غیر غضبان

(عبدالرزاق)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے۔

بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ وبالیقین بالبعث بعد الموت (الخ)

نیک اولاد اپنے والدین کے لیے استغفار اور دعائیں کریں۔

او ولد صالح یدعولہ (مسلم عن ابی ھریرۃ) ان اللہ یرفع الدرجۃ للعبد الصالح فی الجنۃ فیقول یارب انّٰی لی ھذا؟ فیقول لاستغفار ولدک لک (بیہقی) بدعاء ولدک لک الادب المفرد)

ماں باپ دوست احباب کی نیک دعاؤں سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

ما المیت فی قبرہ الا شبہ الغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب اوام اوولد اوصدیق ثقۃ فاذا الحقتہ کانت احب الیہ من الدنیا وما فیہا (اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان وفی سندہ ابوعیاش المعیس محمد بن جابر قال الذہبی لا اعرفہ وقال ھذا الخبر منکر)

اگر آپ کے اہل قبور کو کسی اچھے کام کی عادت تھی، اسے جاری رکھیے۔

والسنۃ والحسنہ یسنہا الرجل فیعمل بہا بعد موتہ (دارمی)

اگر کوئی فریضہ ان کے ذمے رہ گیا ہے مثلاً روزہ یا حج وغیرہ تو ان کی طرف سے وہ ادا کیا جائے

قال من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ (صحیحین)

جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان امی ماتت وعلیہا صوم شہر افاصوم عنہا فقال نعم فدین اللہ احق ان یقضی (ایضاً)

من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنہما (اخرجہ البیہقی فی فوائدہ)

ان امراۃ من جہینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنہا قال حجی عنہا ارأیت لوکان علی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اما لک دین کنت قاضیتہ، اقضوا اللہ فاللہ احق بالقضاء (بخاری)

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی ماتت نفسہا ولم توص واظنہا لو تکلمت تصدقت افلہا اجر ان تصدقت عنہا قال نعم

(بخاری)

ایک میت کے سر پر کسی کے دو دینار قرض تھے، آپ نے ان کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت قتادہؓ نے جب ادا کر دیئے تو آپ نے فرمایا: اب آپ نے اس کو ٹھنڈک پہنچائی۔

الآن بردت علیہ جلدہ (رواہ احمد والبیہقی)

یہ سب صورتیں خدا سے التماس اور درخواست کی ہیں یا میت کی طرف سے نیابت کی — ایصال ثواب نیابت سے مختلف صورت ہے، جس کا اوپر کی احادیث میں کوئی نشان نہیں ملتا۔

یہ وہ مسنون حقائق ہیں، اگر کوئی شخص ان کے ذریعے اہل قبور کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو ایک بات ہوئی، لیکن افسوس! دنیا اب خانہ ساز رسومات کے ذریعے اپنے مردوں کی خدمت کرنا چاہتی ہے، جو ہو سکتا ہے، وہی امور اس کے لیے بازپرسی اور جواب دہی کا سبب بن جائے۔

ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (مائدہ ۱۶)

(اے عیسیٰؑ) کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو (بھی) دو خدا مانو!؟

یہاں صرف بات یہ نہیں کہ: انہوں نے ان کے ارواح کے لیے مٹھائیاں تقسیم کیں، بلکہ یہ بھی ہے کہ: قبرستان میں جا کر یہ سب کچھ کیا — رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وائمہ تابعین کے مبارک دور میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جو بات ہمارے تعامل کے خلاف ہو وہ مردود ہے کیونکہ بدعت ہے۔

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (بخاری ومسلم)

فقہائے کرام نے بھی اس امر کی مذمت کی ہے اور اسے بدعت کہا ہے کہ قبروں میں میٹھی چیزیں لے جا کر تقسیم کی جائیں۔ یا وہاں جا کر قرآن خوانی کی جائے۔

شیخ علی متقی حنفی لکھتے ہیں۔

الاول للقراءۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ (رسالہ رد بدعات التعزیہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ علی متقی کے شاگرد رشید حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں، وایں مجموع بدعت است (مدارج النبوت)

" یعنی زمانہ سلف میں یہ دستور نہ تھا کہ میت کے لیے لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی کریں یا ختم پڑھیں، نہ قبر پر نہ دوسری جگہ، یہ سب بدعت ہیں۔"

آگے چل کر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

عادت نبود کہ اہل میت برائے کساں کہ بہ تعزیت بیایند طعام کنند (مدارج النبوت)

کہ وہاں یہ بھی دستور نہ تھا کہ جو لوگ افسوس کرنے کے لیے آئیں ان کے لیے کھانا تیار کریں۔

حضرت امام ابن قیم (ر) فرماتے ہیں:۔

لم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء و لقراءۃ القرآن لا عند القبر ولا عند غیرہ و کل ھذا بدعۃ حادثۃ بعدہ مکروھۃ (زاد المعاد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور نہیں تھا کہ تعزیت اور قرآن خوانی کے لیے اکٹھے کیا جائے، قبر پہ ہو یا کسی اور جگہ، یہ سب ناپسندیدہ بدعتیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔"

فتاوی سمرقندیہ میں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنا بدعت ہے۔

قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ

(فتاوی سمرقندیہ)

ایک اور امام لکھتے ہیں:

والاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والطیب واشباہا وغیرھا بدعۃ وکذالک تجبیر الحور والالبان والاطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ (رسالہ رد بدعات ملا اخندی)

حنفیوں کے فتاوے بزازیہ میں ہے۔

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للختم القرأة سورة الانعام والاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاکل یکرہ (فتاوی بزازیہ)

"یعنی مکروہ ہے کھانا تیار کرنا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد اور کھانا لے جانا قبر پر کسی موسم میں اور تیار کرنا دعوت کا، قرآن پڑھنے والوں کے لیے اور صلحاء اور قاریوں کا ختم کے لیے یا سورۂ انعام اور اخلاص کے پڑھنے کے لیے جمع ہونا (سب مکروہ ہے) الحاصل قرآن پڑھنے والوں کے سلانے کھلانے کے لیے کھانا رکھنا مکروہ ہے"۔

یہ حنفی امامانِ دین کی تصریحات ہیں۔ کم از کم حنفی بزرگوں کو تو ان کے سامنے دم نہیں مارنا چاہیئے، باقی رہے اہل حدیث؟ سو ان کا تو مسلک ہی یہ ہے:

فاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

بات یہ ہے کہ: مسنون طریقے سے جو مفید امور انجام دیئے جاتے ہیں، ان کی وجہ سے کسی انسان کے لیے یہ سوچنا مشکل ہوتا ہے کہ اگر ہم عمل نہ کر سکے تو پیچھے سے ہمیں "ثواب" کی پلٹیاں پہنچتی رہیں گی، لیکن ایصال ثواب کے جو طریقے ہمارے دوستوں نے ایجاد کر رکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ اُن کے بعد ایک بے عمل شخص ان پر تکیہ کر سکتا ہے جس کا نتیجہ طویل غفلت اور غفلت کی وجہ سے "مستقبل کے تاریک اور اندھا اندھیروں" میں گھر کر اس کی عاقبت ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

ویسے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں جس طرح مفت خوروں کی کوئی عزت نہیں ہوتی، بعینہٖ آخرت میں بھی "مفت خوروں" کے لیے کوئی جگہ اور عزت نہیں ہے۔ لیکن آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس کا اندازہ نہیں ہو گا۔ مگر جب اس کا اندازہ ہو گیا اس وقت تیر ہاتھ سے نکل چکا ہو گا۔ ان حلوہ خور ملاؤں سے خدا کے ہاں ضرور باز پرس ہو گی۔ جنہوں نے عوام کالانعام کو ثواب کی ان روحانی بلیٹیوں کی راہ پر ڈال کر ان کی آخرت کو خراب کرنے کے سامان کر رکھے ہیں۔

۲۔ قرآن کی آیات کا جواب

جس مولوی صاحب نے اس کو بدعت کہا ہے، زیادتی کی ہے۔ بلکہ یہ طریقہ مسنون بھی ہے اور معقول بھی۔

یہ ہم سب کا متفقہ مسئلہ ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کے "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" پر پہنچے تو "آمین" کہی جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا حکم دیا ہے۔

اذا قال الامام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" فقولوا "امین"

(بخاری۔ عن ابی ھریرۃؓ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ مسئلہ الگ ہے کہ مقتدی کو اس موقع پر آہستہ "آمین" کہنا چاہیے یا اونچی آواز سے۔ لیکن یہ مسئلہ سب کے نزدیک صحیح ہے کہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کے جواب میں "آمین" کہی جائے۔ گویا کہ یہ مسئلہ محدثین کا بھی ہے اور فقہاء کا بھی۔

جب آپ کہتے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کی جو راہ راست سے بھٹک گئے تو یہ ایک ایسی صدا ہے جس کو سن کر سب کی زبان پر بے ساختہ آجاتا ہے: "آمین" (الٰہی ایسا ہی ہو)۔

یہ ایک باذوق اور فہمیدہ انسان کی فطرت ہے کہ مناسب محل موقع پر نفیاً یا اثباتاً اس کے دل سے ایک "ہوک" ضرور اٹھتی ہے جو زبان پر آہی جاتی ہے۔ بس اسی فطری داعیہ کا یہ ایک اقتضاء بھی ہے اور جواب بھی — اسی کو "جواب آیت" کہتے ہیں کیا یہ بُرا ہے؟—

ترمذی شریف تفسیر "سورۃ الرحمٰن" میں روایت آتی ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول سے لے کر آخر تک صحابہ کے سامنے "سورۃ الرحمٰن" پڑھی، مگر صحابہ چپ رہے، آپ نے فرمایا تم سے تو جن ہی اچھے رہے کہ لیلۃ الجن جب بھی "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" پر پہنچا تو وہ جواباً کہتے لا بشیءٍ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد۔

عن جابر خرج رسول اللہ صلی اللہ وسلم علی اصحابہ فقرا علیھم سورۃ الرحمٰن من اولہا الی اٰخرھا۔ فسکتوا فقال لقد قرأتہا علی الجن لیلۃ الجن فکانوا احسن مردوداً منکم، کنت کلما اتیت علی قولہ، فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ قالوا لا بشیءٍ من نعمک ربنا فلک الحمد

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب الخ)

اس کے ایک راوی زہیر پر لے دے ہوئی ہے لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے، حافظ ابوجعفر ابن جریر نے حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ترمذی کے شارح لکھتے ہیں کہ یہ روایت ابن منذر، حاکم، بیہقی، بزار نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

اخرجہ ابن منذر والحاکم وصححہ والبیہقی والبزار (تحفۃ الاحوذی) پر لکھتے ہیں کہ اس کا شاہد ہے یعنی ابن عمر کی روایت۔ اور سیوطی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ففی الحدیث ضعف لکن لہ شاھد من حدیث ابن عمر اخرجہ ابن جریر والبزار والدار قطنی فی الافراد وغیرھم وصحح السیوطی اسنادہ کما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی فتح البیان (تحفۃ الاحوذی تفسیر سورۃ الرحمٰن)

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ: اگر دوسرا بھی کوئی پڑھے تو سننے والے کو چاہیے کہ وہ اس کا جواب دے۔ دراصل یہ جواب پڑھنے کی سزا نہیں ہے بلکہ ایک "بات" کے عرفان کا نتیجہ ہے، وہ عرفان جیسے قاری کے لیے ممکن ہے ویسے ایک سامع کے لیے بھی بجا ہے۔

غور فرمائیے! قرآن حکیم کہتا ہے، "قل ھو اللہ احد" مثلاً تو بول! کہ وہ اللہ ایک ہے۔ ایک شخص سنتا ہے مگر چپ ہے، اور جواب میں "ھو اللہ احد" نہیں پڑھتا تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس نے کوئی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے —؟

قرآن مجید، تدبر اور تفکر کی دعوت دیتا ہے، تاکہ امتثال میں کوئی کمی نہ رہے۔ آپ غور کرتے ہیں کہ اللہ میاں فرما رہے ہیں۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ (کیا اللہ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟) اگر سننے والا اس پر یہ کہہ دے کہ: بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ (کیوں نہیں! میں اس کی شہادت دیتا ہوں) تو کیا اس نے محل وقوع کا تقاضا پورا کیا یا کوئی جرم؟ یقین کیجیے! یہ جرم نہیں، نکتہ سنجی ہے، چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب آیت رحمت آتی تو ٹھہر کر رب سے رحمت مانگتے اگر آیت عذاب ہوتی تو پناہ مانگتے۔

لایمر بایۃ رحمۃ الاوقف فسأل بآیۃ عذاب الاوقف فتعوذ

(نسائی باب الدعاء فی السجود)

یہ نبوی فراست، محمدی اسوہ اور کمال عبدیت کا نشان اور علامت ہے کہ رب کے خطاب کی نزاکت اور تقاضوں کو سمجھتے اور محل موقع سے فائدہ اٹھاتے۔ قرآن حمید کے مشہور مفسر، محشی اور علمائے احناف کے قابل ذکر عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی سورۂ رحمٰن کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

علماء نے ایک حدیث صحیح کی بنا پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" سنے تو جواب دے "لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ" (اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، سب حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے۔" حاشیہ سورہ رحمٰن)

نوٹ:۔ استفتاء کثرت سے آتے ہیں، جن کا جواب بہرحال دیا جاتا ہے لیکن باری کے حساب سے، اس لیے جتنی تاخیر ہو جاتی ہے وہ بالکل قدرتی بات ہے۔ بایں ہمہ مستفتی حضرات سے اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

© rasailojaraid.com